برقی تصویر

مفتی شعیب عالم
استاذ ومفتی دارالافتاء جامعہ

(پہلی قسط)

حرفے چند

جان دار کی شبیہ جو برقی آلات جیسے ٹی وی، موبائل وغیرہ پر نظر آتی ہے، وہ تصویر کی ترقی یافتہ شکل ہونے کی بناء پر حرام ہے یا آئینے کے عکس کی مانند جائز ہے؟ یہی اس تحریر کا موضوع ہے۔ یہ موضوع چونکہ خاص ہے، اس لئے بحث کے دیگر اطراف وجوانب جیسے تصویر کی تاریخ، حرمتِ تصویر کی علت، مذاہب فقہاء اور تصویر سے متعلق جزئی مسائل وغیرہ کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ اسی طرح جس شبیہ کے نقوش مستقل اور پائیدار ہوں، خواہ وہ فوٹو گرافک کاغذ پر یا عام کاغذ پر پرنٹ ہو یا پتھر اور دیوار پر نقش ہو یا کسی اور ٹھوس سطح پر ثبت ہو، اس کا تصویر ہونا چونکہ غیر اختلافی ہے، اس لئے وہ بھی ہماری بحث سے خارج ہے۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ اصل موضوعِ بحث برقی شبیہ ہے، مگر بحث کا آغاز رؤیت اور روشنی کے اصولوں سے کیا گیا ہے، کیونکہ ایک تو برقی شبیہ اول وآخر روشنی ہے، دوسرے اس کے حصول وتشکیل کا عام ذریعہ کیمرا ہے اور کیمرے کو سمجھنے کے لئے آنکھ کے اصول کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ کیمرے کی بنیاد آنکھ کی ساخت پر ہے، آنکھ کو رؤیت کے لئے تو کیمرے کو حصول شبیہ کے لئے روشنی کی ضرورت ہے۔ اگر اس نقطۂ نگاہ سے مضمون ملاحظہ کیا جائے گا تو اس میں ایک منطقی ربط اور معنوی تسلسل محسوس ہوگا۔

فہم میں سہولت اور ضبط میں آسانی کے لئے گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلا حصہ فنی تجزیہ وتحلیل اور دوسرا حصہ فقہی نقد وتفصیل پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کی حیثیت مقدمے اور تمہید کی ہے، جس میں زیادہ زور تعارف اور فنی نکات کی تشریح پر ہے، مگر اس خیال سے کہ طبیعت کو دلچسپی نتائج سے ہوتی ہے اور مقدمات سے گھبراتی اور تمہیدات سے اُکتاتی ہے، ہر بحث کے آخر میں نتیجہ بھی ذکر کردیا گیا ہے۔ جو حضرات فنی مباحث کو پسند ہی نہ کرتے ہوں، وہ دوسرے حصے سے مضمون کو شروع کرسکتے ہیں۔

مضمون میں کہیں کہیں تکرار بھی محسوس ہوگا، لیکن معمولی تکرار کو مباحث کے تشنہ رہنے پر ترجیح دی گئی ہے۔ یوں بھی سیاق وسباق بدل جائے تو تکرار، تکرار نہیں رہتا۔

کوشش کی گئی ہے کہ اصل مصادر اور مراجع کو بنیاد بنایا جائے، لیکن جہاں اصل مصادر دستیاب نہ تھے یا استفادے کی نوعیت ضمنی اور تائیدی تھی یا کسی کتاب کے مندرجات مسلمہ حقائق کا روپ دھار چکے ہیں، وہاں ثانوی مآخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

آخری گزارش یہ ہے کہ لاریب صرف کتاب اللہ ہے اور معصوم صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور محفوظ ہستیاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہیں، ان کے علاوہ نہ کوئی عصمت کا دعویٰ کرسکتا ہے اور نہ کوئی اپنی رائے کو خطا سے پاک قرار دے سکتا ہے، اس لئے جو اہل علم کسی وجہ استدلال کی کمزوری یا کسی اور خامی کی نشاندہی فرمائیں گے، شکریے کے ساتھ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

حصہ اول: فنی تجزیہ وتحلیل

برقی تصویر کی تمثیل

ٹی وی وغیرہ پر جو صورتیں نظر آتی ہیں، وہ دراصل روشنی کے چھوٹے چھوٹے نقطے ہوتے ہیں، ان نقطوں کی وضاحت کے لئے ہم اخبار میں شائع شدہ تصویر کی مثال لے سکتے ہیں۔ اگر آپ اخبار میں چھپی کوئی تصویر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ چھوٹے چھوٹے باریک نقطوں سے مل کر بنی ہے، یہ نقطے کسی جگہ بہت گہرے اور سیاہ ہیں اور کسی جگہ ہلکے اور مبہم ہیں، تصویر کے روشن حصے میں نقطے بہت باریک ہیں، جب کہ سیاہ حصے میں کافی موٹے ہیں، ان ہی سیاہ وسفید نقطوں سے مل کر تصویر بنتی ہے اور یہی تصویر کے اجزاء کہلاتے ہیں۔

اخبار کی تصویر کی طرح ٹی وی اور موبائل پر ظاہر ہونے والی صورتیں اور شکلیں بھی چھوٹے چھوٹے نقاط کا مجموعہ ہوتی ہیں، جنہیں (dots) یا (pixels) کہا جاتا ہے۔ ان نقطوں پر جب پیچھے سے روشنی پڑتی ہے تو یہ چمکنے لگتے ہیں اور سب مل کر تصویر کی تشکیل کرتے ہیں۔ (۱)

یہ صورتیں جو اسکرین پر نمودار ہوتی ہیں، کیمرا اُنہیں کیسے بناتا اور دکھاتا ہے؟ یہ سمجھنے کے لئے آنکھ کے طریقہ کار کو جاننا ضروری ہے، کیوں کہ کیمرے کی بنیاد آنکھ پر ہے اور ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ کیمرا آج بھی بڑی حد تک آنکھ کے اصولوں پر کام کرتا ہے۔

رؤیت کی شرائط:

آنکھ دیکھتی ہے، مگر جب دیکھنے کی تمام شرطیں موجود ہوں، کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو آنکھ دیکھنے سے قاصر رہتی ہے۔ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازیؒ نے "الأربعین فی أصول الدین" میں ان شرطوں کو بیان کیا ہے جن کی موجودگی میں آنکھ دیکھ پاتی ہے اور جن میں سے کسی شرط کی غیر موجودگی میں آنکھ اپنی کارفرمائی سے معذور رہتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدینؒ لکھتے ہیں کہ "موجودہ دنیا میں کسی شئے کو دیکھنے کی آٹھ شرطیں ہیں:

’’إن الاشياء التی یجب حصول الأبصار فی الشاهد عند حصولها ثمانية: أحدها :سلامة الحاسة، وثانيها: كون الشئ بحيث أن يكون جائز الرؤية، وثالثها: أن لايكون فی غاية البعد، والرابع: أن لايكون فی غاية القرب، والخامس: أن يكون مقابلاً للرائی أو فی حكم المقابل، والسادس: أن لايكون فی غاية اللطافة، والسابع: أن لايكون بين الرائی و المرئی حجاب، والثامن: أن لايكون فی غاية الصغر. قالوا: عند حصول هذه الأمور الثمانية يجب حصول الأبصار،إذ لولم يجب لجاز أن يحصل بحضرتنا جبال عالية...... ونحن لانراها.‘‘ (كتاب الأربعين فی أصول الدين للإمام فخر الملة والدين محمد بن عمر الرازیؒ المتوفی سنة ست وستمائة من الهجرة ، الطبعة الأولیٰ المطبوعة بمجلس دار المعارف العثمانية، ص:۲۱۲ .)

’’۱:......آنکھ کا صحیح وسالم ہونا۔
۲:......اس چیز کی رؤیت کا ممکن ہونا۔
۳:......اس کا بہت زیادہ دور نہ ہونا۔
۴:......اس کا بہت زیادہ قریب نہ ہونا۔
۵:......اس کا دیکھنے والے کے مقابل یا مقابل کے حکم میں ہونا۔
۶:......اس کا بہت زیادہ لطیف نہ ہونا۔
۷:......اس میں اور دیکھنے والے کے درمیان کسی چیز کا حائل نہ ہونا۔
۸:......اس کا بہت زیادہ چھوٹا نہ ہونا۔

ان شرطوں کی موجودگی میں اس شئے کی رؤیت ضروری ہوجاتی ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ ہمارے سامنے اونچے اونچے پہاڑ ہوں اور وہ ہم کو نظر نہ آئیں۔‘‘(۲)

’’امام رازیؒ‘‘ نے رؤیت کے لئے جو شرطیں بیان کی ہیں، وہ اگر چہ اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں، مگر تشریح طلب ہیں۔ موقع ومحل اور مقام کا تقاضا ہے کہ اُنہیں ذرا کھول کر بیان کیا جائے، وضاحت کے لئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے بہتر اور کوئی شخصیت نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دقیق اور پیچیدہ مسائل کو عام فہم اور عوامی انداز میں بیان کرنے کا خصوصی ملکہ عطا کیا ہوا ہے، ان کی تقریر سے مذکورہ شرائط کی اچھی طرح وضاحت ہوجاتی ہے۔ حضرت کی تقریر اگر چہ طویل ہے، مگر دلچسپ ہے اور مقام کی وضاحت کے لئے ضروری بھی۔ آنکھ کے دائرۂ علم کو تنگ اور محدود ثابت کرتے ہوئے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

’’آنکھ کا علم اول تو صرف جسمانیات تک محدود ہے، وہ مادیات کو تو دیکھ سکتی ہے،

روحانیات کو نہیں۔ باوجود انتہائی قریب ہونے کے آنکھ نے آج تک اپنی روح کو بھی نہیں دیکھا، جس سے واضح ہے کہ معنویات اور لطائف کے ادراک سے اُسے کوئی سروکار نہیں۔ آنکھ سے اگر صورت پوچھو تو بتادے گی، لیکن اگر اس کی حقیقت اور معنویت پوچھنے لگو تو معذور رہ جائے گی۔ پھر جسمانیات کے دائرے میں بھی اسے ماضی اور مستقبل کے دیکھ لینے سے کوئی واسطہ نہیں۔ جو چیزیں جا چکی ہیں یا جو آنے والی ہیں، آنکھ اُن کے دیدار سے محروم ہے، اس لئے اس کا دائرۂ عمل صرف حال رہ جاتا ہے۔ پھر جو چیزیں زمانہ حال میں موجود ہیں، ان کے دیکھنے کے لئے بھی تقابل شرط ہے کہ وہ آنکھ کے سامنے ہوں، دائیں بائیں یا پس پشت ہوئیں تو آنکھ ادراک سے عاجز رہ جائے گی۔ پھر جو چیزیں سامنے ہوں ان کے لئے بھی شرط ہے کہ نہ زیادہ دور ہوں، نہ بہت قریب ہوں، بلکہ معتدل فاصلے پر ہوں۔ پھر اس معتدل فاصلے کے لئے بھی شرط ہے کہ بیچ میں کوئی حائل اور حجاب نہ ہو، اگر ذرا سا پردہ بھی بیچ میں آجائے تو آنکھ پھر دیدار سے معذور رہ جاتی ہے۔ اور اگر آنکھ بلا حائل ہو کر دیکھے، پھر بھی اس چیز کا سکون میں ہونا شرط ہے، اگر وہ متحرک ہوگی تو نگاہ اس پر جم نہ سکے گی، اور اگر خواہ مخواہ نگاہ جمادی جائے تو گو دیدار ہو جائے گا، مگر غلط ہوگا، شئے کچھ سے کچھ دکھائی دینے لگے گی۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج:۳،ص:۲۶۹ بتلخیص وتغییر یسیر)

رؤیت کی شرطوں کی اچھی طرح وضاحت ہو چکی ہے، تاہم ایک ایسی ضروری اور بنیادی شرط کا ذکر ابھی باقی ہے، جو اصل مقصود ہے اور جس پر آگے کی گفتگو مبنی ہے، اور جسے ذکر کئے بغیر بحث ناقص اور نامکمل رہے گی۔

روشنی کی ضرورت:

پیچھے جن آٹھ شرطوں کا بیان ہوا، وہ تمام کی تمام موجود ہوں، مگر روشنی نہ ہو تو آنکھ پھر بھی ادراک سے قاصر رہتی ہے۔ اس شرط کی ضرورت پر زیادہ دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، روزمرہ کا مشاہدہ اور دن رات کا تجربہ اس پر دلیل ہے۔ اندھیرے میں تو ہم اردگرد پڑی اشیاء کو، بلکہ اپنے آپ کو بھی دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ کوئی نیا سائنسی انکشاف یا جدید نظریے کی دریافت بھی نہیں ہے، انسان اس ضرورت سے بہت پہلے سے آگاہ ہے۔ افلاطون کے ''نظریۂ امثال'' کی وضاحت کرتے ہوئے نامور مغربی فلسفی ''برٹرینڈ رسل'' لکھتا ہے:

''افلاطون واضح عقلی تصور اور مخلوط حسی ادراک کے درمیان فرق واضح کرنے کی کوشش میں حس بصارت سے ایک تمثیل پیش کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ حس بصارت دوسرے حواس سے مختلف ہے، کیوں کہ اس کے لئے نہ صرف آنکھ اور شئے درکار

ہے، بلکہ روشنی بھی۔ہم ان اشیاء کو واضح طور پر دیکھتے ہیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔شفق یا دھند لکے میں اشیاء غیر واضح دکھائی دیتی ہیں اور گھپ اندھیرے میں تو دکھائی ہی نہیں دیتیں۔'' (فلسفۂ مغرب کی تاریخ، برٹرینڈ رسل، ص:۱۷۳)

دل کش اور البیلے اندازِ بیان کے مالک، مولانا مناظر احسن گیلانی ''الدین القیم'' میں لکھتے ہیں:

''ابتدا میں، میں نے فلسفیوں کے اس گروہ کا ذکر کیا تھا جو سارے عالم کو چند گنے گنائے اوصاف پر ختم کر دیتے ہیں، ان کو نارنگی میں زردی، ترشی، طول وغیرہ چند صفات کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ شجر وحجر، قرات وسیارات، شمس وقمر، سب کو صرف رنگ وروشنی کے مختلف مظاہر سمجھتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ان دو صفتوں یعنی ''رنگ وروشنی'' کو عالم سے سلب کر لو تو پھر آنکھ کے لئے یہاں کچھ بھی نہیں رہتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ رنگ بھی بالآخر روشنی ہی کے چند بھیسوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔''(۳) (الدین القیم، ص:۱۱۲ مکتبہ اسعدیہ کراچی)

حواشی

۱:- اخبار میں چھپی تصویر اور برقی تصویر میں چند وجوہ سے فرق معلوم ہوتا ہے: ایک کا مادہ روشنی اور دوسرے کا سیاہی ہے، ایک متحرک اور دوسری ساکت ہے، ایک آناً فاناً تبدیل ہوتی رہتی ہے اور دوسری نقش اور ثبت ہوتی ہے۔ یہ تینوں فرق کس قدر اہمیت رکھتے ہیں؟ آگے ان پر گفتگو ہوگی۔

۲:- ''الاربعین'' میں امام فخر الدین رازیؒ نے علم کلام کے چالیس مسائل بیان کئے ہیں، جن میں رؤیت باری کا مسئلہ بھی ہے۔معتزلہ نے اس مسئلے میں جمہور امت سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے۔ یہ فرقہ رؤیت باری کا انکار کرتا ہے اور عقلیت پسند ہونے کی وجہ سے اپنے موقف پر عقلی دلائل پیش کرتا ہے۔ امام رازیؒ عقل اور نقل کے جامع ہیں، بلکہ عقلیات کے تو امام ہیں، اس لئے جب کسی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں تو موافق ومخالف اور عقلی ونقلی دلائل کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے جاتے ہیں۔ مذکورہ شرطیں معتزلہ کے موقف کی وضاحت میں امام رازیؒ نے ذکر کی ہیں، ہم نے انہیں استدلال میں اس لئے پیش کیا ہے کہ ''امام رازیؒ'' نے ان کے فی نفسہ درست ہونے یا نہ ہونے پر کوئی اشکال نہیں کیا ہے، بلکہ رؤیت کے مسئلے میں ان کا غیر متعلق ہونا بیان کیا ہے۔

۳:- حاصل یہ ہے کہ روشنی کے ذریعے اور وسیلے سے آنکھ دیکھ پاتی ہے اور یہی روشنی کے متعلق عوامی تصور ہے، مگر محققین اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ انسان' حقیقت میں روشنی کو ہی دیکھتا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ ''روشنی کو عالم سے سلب کر لو تو پھر آنکھ کے لئے یہاں کچھ نہیں بچتا''۔

جبکہ حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں:

''یوں تو سارے اجسام معروض نور ہوتے ہیں اور اسی کے اعتبار سے سب محسوس ہوتے ہیں، اگر وہ نہ ہوتو پھر احساس اشکال اجسام، اور دیدار الوان اجسام کی کوئی ضرورت نہیں۔غرض اصل میں نور ہی نظر آتا ہے، اور اسی کی یہ رنگا رنگی الوان ہوتی ہے۔'' (قبلہ نما، ص:۱۹: مطبع قاسمی دیوبند، سن:۱۹۲۶)

(جاری ہے)